لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

بچوں کی تربیت

والدین اور ذیلی تنظیموں کی ذمہ داری

ارشادات عالیہ حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز

"ماں باپ کو بڑی ذہانت کے ساتھ اپنے چھوٹے بچوں کے بارے میں خصوصیت سے دلچسپی لینی چاہیئے۔ بچے کے دل میں نماز کی محبت پیدا کرنا اولین کام ہے۔ اگر بچے اپنے والدین کو باقاعدہ سج دھج کر پیار کے ساتھ اور سلیقہ کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھیں گے تو پیشتر اس کے کہ وہ سکول جانے لگیں۔ ان کے دل میں بھی نماز کی محبت پیدا ہو جائے گی۔ اسی طرح بعض اور عادت ہیں بچے ان کو دیکھیں گے تو ان کے دل میں بھی پیار پیدا ہو جائے گا۔ اس بارے میں ٹیلی وژن کے پروگرام خصوصیت سے توجہ طلب ہیں۔ شروع میں چھوٹی عمر میں بچوں کو ٹیلی وژن سے نوچ کر الگ تو پھینک نہیں سکتے۔ اس لئے ان کو کسی حد تک ٹیلی وژن دیکھنے دینا ہے۔ البتہ بچوں کو کیا دیکھنا ہے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر کیا تبصرے کرنے ہیں۔ کس طرح آہستہ آہستہ بعض اچھی چیزوں کا فطری پیار بڑھانا ہے۔ بعض بری چیزوں سے روکنا ہے۔ یہ ایک بہت ہی گہری حکمت کا کام ہے۔ بڑی جان سوزی بھی چاہتا ہے اور دماغ سوزی بھی۔ چونکہ ماں باپ اکثر ان باتوں میں خود نابلد ہوتے ہیں ان کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اس معاملے میں کیا کرنا چاہیئے اور ان میں اس بات کی اہلیت ہی نہیں ہوتی کہ وہ بچوں کی صحیح تربیت کرسکیں۔دوسری طرف چھوٹی عمر کے بچوں کی تربیت ہم براہ راست نہیں کر سکتے اس لئے اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اس عمر کے بچے کی تربیت کے لئے ماں باپ کی تربیت کی جائے۔ یہ کام ہم تنظیموں کے سپرد کر سکتے ہیں۔ انصار اپنے ہاتھ میں لیں خدام اپنے ہاتھ میں لیں اور لجنات اپنے ہاتھ میں لیں۔"

(خطبہ جمعہ ۱۹ دسمبر ۱۹۸۶ء)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی منظوم کلام

در دلم جوشد ثنائے سرورے　　آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے

میرے دل میں اس سردار کی تعریف جوش مار رہی ہے جو خوبی میں اپنا کوئی ہمسر نہیں رکھتا

آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل　　آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے

وہ جس کی جان خدائے ازلی کی عاشق ہے۔ وہ جس کی رُوح اُس دلبر میں واصل ہے

آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق ست　　ہمچو طفلے پروریدہ دربرے

وہ جو خدا کی مہربانیوں سے اس کی طرف کھینچا گیا ہے اور خدا کی گود میں ایک بچّہ کی مانند پلا ہے

آنکہ در برّ و کرم بحرِ عظیم　　آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے

وہ جو نیکی اور بزرگی میں ایک بحرِ عظیم ہے اور کمال لُطف میں ایک نایاب موتی ہے

آنکہ در جُود و سخا ابرِ بہار　　آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

وہ جو بخشش اور سخاوت میں ابرِ بہار ہے اور فیض و عطا میں ایک سُورج ہے

آں رحیم و رحمِ حق را آیتے　　آں کریم و جُودِ حق را مظہرے

وہ رحیم ہے اور رحمتِ حق کا نشان ہے۔ وہ کریم ہے اور بخششِ خداوندی کا مظہر ہے

آں رُخِ فرخ کہ یک دیدارِ اُو　　زشت رُو را میکند خوش منظرے

اس کا مبارک چہرہ ایسا ہے کہ اُس کا دیدار بدصورت کو حسین بنا دیتا ہے

(دُرِّ ثمین فارسی مترجم صفحہ ۱۲)

لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

النور

اس شمارے میں

اگست ۱۹۹۰

ایڈیٹر :- ظفر احمد سرور

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَ إِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (البقرہ۱۸۷)

ترجمہ:- اور اے رسول جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو تو جواب دے کہ میں ان کے پاس ہی ہوں۔ جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ سو چاہیئے کہ وہ دعا کرنے والے بھی میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ خدا کے حقیقی بندے خدا کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ وہ مجھے پانے کے لئے اور میری شناخت کے لئے مجھ سے دعا کریں کیونکہ جب بھی کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا کا جواب دیتا ہوں۔ پس ہم سب کو خدا تعالیٰ کو پانے کے لئے دعاؤں میں لگ جانا چاہیئے کہ وہ آسمانی آقا ہمارا ہو جائے ایک احمدی کی امتیازی شان بھی یہی ہے کہ خدا اس کی دعائیں قبول کرنے والا بن جائے۔

اللہ کے رسول نے فرمایا

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا عَلَی الْأَرْضِ مُسْلِمٍ یَدْعُوْاللّٰهَ تَعَالٰی بِدَعْوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللّٰهُ إِیَّاهَا أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا مَالَمْ یَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِیْعَةِ رِحْمٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ : إِذًا نُکْثِرُ قَالَ : اَللّٰهُ أَکْثَرُ ○ (ترمذی)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا ہر فرمانبردار بندہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کے مطابق اسکی خواہش کو پورا کر دیتا ہے یا اس مطلوبہ خواہش کے مطابق کے برابر اسکی تکلیف کو اس سے دور کر دیتا ہے خواہ گناہوں کی معافی کی شکل میں ہو یا اس کے ساتھ مشابہت رکھنے والی کسی اور خواہش کو پورا کرنے سے۔ سوائے اس کے کہ دعا گناہ اور قطع رحمی کی خواہش پر مشتمل ہو یہ بات سن کر ایک شخص نے کہا اگر یہ بات ہے تو پھر ہم کثرت سے دعائیں کیا کریں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بھی کثرت کے ساتھ تمہاری دعائیں قبول کرے گا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

1۔ "دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے دعا کی تعلیم نہیں دی یہ دعا ایک ایسی شے ہے جو عبودیت اور ربوبیت میں ایک رشتہ پیدا کرتی ہے۔ اس راہ میں قدم رکھنا بھی مشکل ہے۔ لیکن جو قدم رکھتا ہے پھر دعا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ ان مشکلات کو آسان اور سہل کر دیتا ہے۔" (الحکم 10 مئی 1901ء)

2۔ "دعا ایسی چیز ہے کہ خشک لکڑی کو بھی سرسبز کر سکتی ہے اور مردہ کو زندہ کر سکتی ہے۔ اسمیں بڑی تاثیریں ہیں۔ جہاں تک قضاء و قدر کے سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے کوئی کیسا ہی معصیت میں غرق ہو دعا اسکو بچالے گی۔" (الحکم 28 فروری 1903ء

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

"مومن کا اپنی انفرادی زندگی میں بھی اور اپنی اجتماعی زندگی میں بھی دعا کے ساتھ ایک ایسا ہی رشتہ ہے جیسا زندگی کا سانسوں کے ساتھ ہوتا ہے یا خون کی گردش کا دل کی دھڑکنوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو طبعاً خود بخود جاری و ساری رہتا ہے۔ مومن کو یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں پڑا کرتی کہ تم اپنے ہر کام میں ہر مشکل میں ہر ضرورت میں دعا کا سہارا لو۔ طبعی طور پر سب سے پہلے خیال دعا ہی کی طرف جاتا ہے خواہ کوئی خوف پیدا ہو یا کوئی امید ہو۔ کسی چیز کے ضرورت پیش آئے یا کسی خطرے سے بچنے کا خیال ہو۔ ہر صورت میں امید ہو یا خوف ہو یا رجاء دعا ہی ہے جو سب سے پہلے مومن کے ذہن میں اولین سہارے کے طور پر ابھرتی ہے۔

(الفضل 15 فروری 1990ء)

شادی بیاہ کے موقع پر کھانے میں افراط و تفریط کی بجائے

درمیانی رستہ اختیار کیا جائے

ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کا تعلق حلال یا حرام سے ہے۔ یہ معاشرتی مسائل ہیں جو بعض خاص زمانے یا وقتی صورت حال سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض خاص مصلحتوں کی بناء پر ایسے اقدامات کئے جا سکتے ہیں۔ حضرت فضل عمر نے جب اس سے منع فرمایا تو اس وقت رخصتانہ کے موقع پر چائے وغیرہ کی دعوت کا اہتمام کیا جاتا تھا اور آہستہ آہستہ اس میں تکلف اور دکھاوا شروع ہوگیا۔ امراء زیادہ شان و شوکت کا مظاہرہ کرنے لگ گئے تھے اور ایسی رسوم و رواج کی طرف قدم اٹھنے شروع ہوگئے جن سے مذہب نے ہمیں نجات دلائی ہے۔ خصوصاً غرباء کیلئے بہت مشکل پیدا ہو گئی۔ اور انہیں قرض لے کر اس قسم کی دعوتوں کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ ایسے وقت میں حضرت فضل عمر نے فرمایا کہ اگر صرف غرباء کو منع کروں تو ان کی دل شکنی ہوگی اور معاشرے میں ایک طبقاتی فرق پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا اس وقت کی معاشرتی ضروریات کے پیش نظر آپ نے سب افراد جماعت کو ممانعت فرما دی۔ بعد میں جب معاشرتی معیار

باقی صفحہ کالم ۳ پر

نڈر اور بہادر بن کر دین کی خدمت کیلئے آگے بڑھو

ارشادات حضرت فضل عمر

"ایک اور مشکل جو بسا اوقات کمزور انسان کے قدم کو ڈگمگا دیتی اور اسے اپنے آپ کو قربانیوں کی آگ میں جھونکنے سے روکتی ہے۔ وہ مالی مشکلات ہیں۔ ایک طرف دنیا اپنے پورے حسن کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی ہوتی ہے اور دوسری طرف خدا تعالےٰ کا دین اسے آواز دے رہا ہوتا ہے کہ آؤ اور میری مدد کرو۔ وہ دنیا کی طرف جھانکتا ہے تو وہ اسے مال و دولت اور زیب و زینت کے ساتھ آراستہ و پیراستہ نظر آتی ہے اور دین کی طرف دیکھتا ہے تو وہاں اسے روپوں کی جھنکار سنائی نہیں دیتی۔ یہ دیکھ کر ایک کمزور انسان کا دل ڈہل جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں خدا کے لئے اپنی زندگی کو کس طرح وقف کر دوں۔ میں نے خدا کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تو میں بھوکا مر جاؤں گا۔ میرے بیوی بچے کیا کھائیں گے۔ ہم اپنا معیار زندگی کس طرح قائم رکھ سکیں گے اور اگر یہ لالچ اس کے دل میں غالب آجاتی ہے تو وہ خدا تعالےٰ کے دین کی خدمت سے محروم ہو جاتا ہے .... اس بدظنی کو اپنے دل سے نکال دو۔ تمہارا خدا سمیع اور علیم ہے۔ اگر تم سچے دل سے خدا تعالیٰ کو پکارو گے اس وجہ سے کہ وہ تمہارے حالات کو جانتا ہے وہ تمہاری دعاؤں کو قبول کرے گا اور تمہیں ہر قسم کی مشکلات سے نجات دے گا۔ پس ان وساوس میں اپنی زندگی مت بسر کرو۔ بلکہ نڈر اور بہادر بن کر خدا تعالےٰ کے دین کی خدمت کے لئے آگے بڑھو۔"

بقیہ صفحہ ۵ سے

مقابلتاً بلند ہونا شروع ہوا اور شادیاں بھی بالکل خشک ہو کر رہ گئیں اور بعض لوگوں نے حضور کو یہ لکھا کہ اب تو ہمارے جنازوں اور شادیوں میں کوئی فرق نہیں رہا چنانچہ حضرت فضل عمر نے تھوڑا اہتمام کرنے کی اجازت دے دی کہ موسم کی مناسبت سے تھوڑی بہت تواضع کر دی جائے اس کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالثؒ) نے کچھ اور اجازت دے دی۔ حتیٰ کہ ۱۹۸۲ء میں لوگوں نے مجھے کہا کہ جتنے پیسے خرچ کرنے کی اجازت حضور نے دی تھی اس میں چائے سے زیادہ کھانا دیا جا سکتا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر کھانا دینے میں کوئی حرج نہیں۔ بعد ازاں دوبارہ جب ان دعوتوں میں تکلف بڑھنا شروع ہو گیا اور شکایات آنی شروع ہو گئیں تو پھر مجھے یہ کہنا پڑا کہ کھانے میں توازن رکھا جائے اور افراط و تفریط کی بجائے درمیانی راستہ اختیار کیا جائے تو نظام کو ایسے معاملات میں دخل دینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

مجلس عرفان ۲۳ اگست ۱۹۸۶ء
لندن

بقیہ از صفحہ ۱۶ سے آگے

اپنے عزیزوں اور دوستوں کے لئے بڑی مدد اور قربانی کرتے تھے۔ سینکڑوں احباب ان کی خدمت سے فیضیاب ہوئے اور ان کی زندگیاں سنور گئیں۔

اے جانے والے اللہ تجھے اپنی آغوش رحمت میں لے اور جو راحت تو دوسروں کو فراخدلی سے دے گیا اللہ اپنے کرم سے اپنے کلام کے وعدہ کے مطابق ان نیکیوں کا سینکڑوں گنا اجر ہمیشہ کیلئے تیرے لئے مقدر کرے۔

دوست آپا مجیدہ اور ان کے بچوں کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ ان کا نگہبان اور محافظ ہو اور وہ اپنی زندگیاں خدا کی رضا کے مطابق گذارنے والے رہیں اور ان کے کام اپنے باپ کی روح کے لئے تسکین اور ثواب کا موجب بنیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذرائع اصلاح و تربیت

(مکرم بشارت احمد ناصر صاحب)

(یہ مقالہ سیمینار سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقدہ ایوانِ محمود ربوہ میں پڑھا گیا)

"انبیاء اور اولیاء کا وجود اس لئے ہوتا ہے کہ تا لوگ جمیع اخلاق میں اُن کی پیروی کریں اور جن امور پر خدا نے ان کو استقامت بخشی ہے اُسی جادۂ استقامت پر سب حق کے طالب قدم ماریں۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۶۶ حاشیہ ۱۱)

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح کو دو حصوں میں منقسم کر دیا ایک حصہ دُکھوں اور مصیبتوں اور تکلیفوں کا اور دوسرا حصہ فتحیابی کا۔ تا ہم میں سے ہر شخص جس قسم کے حالات سے دوچار ہو اسی قسم کے حالات کا اُسوۂ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُکھوں کے زمانے میں بھی اپنی قوم کی نہایت اعلیٰ درجہ کی تربیت اور اصلاح فرمائی اور فتح اور اقبال کے زمانہ میں بھی۔ آپؐ کی اصلاح نہایت وسیع اور عام مسلم الطوائف تھی اور یہ مرتبہ اصلاح کا کسی گذشتہ نبی کو نصیب نہیں ہوا۔ آپؐ تو اللہ تعالیٰ کے فیض اور عرفان کا چشمہ تھے جس سے ہر قوم نے فیض پایا۔

عجب نوریست درجانِ محمدؐ
عجب لعلیست درکانِ محمدؐ

جس نے دیکھا گرویدہ ہو گیا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے کہ جو دُنیا کا مربّیٔ اعظم ہے یعنی وہ شخص جس کے ہاتھ سے دُنیا کا فسادِ اعظم اصلاح پذیر ہوا۔

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تربیت و اصلاح کے تمام ممکنہ ذرائع استعمال فرمائے مگر عجیب بات یہ ہے کہ

(۱) ہر شخص کی تربیت کے لئے مناسبِ حال ذریعہ اختیار فرمایا مثلاً کسی کو ارشاد فرمایا کہ بہترین عمل جہاد ہے۔ کسی کو فرمایا کہ اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِھَا۔ کسی کو فرمایا والدین کی خدمت۔

(۲) پھر آپؐ نے اصلاح کا ایک ذریعہ یہ بھی اختیار فرمایا کہ تدریجاً احکامات کا پابند بنایا جائے اور پھر اس قدر سختی سے ان احکامات کو اپنا لیا جائے کہ کوئی دُنیوی طاقت روک نہ پیدا کر سکے۔ چنانچہ آپؐ نے ایک مرتبہ ایک صحابی معاذ بن جبلؓ کو جب یمن روانہ کیا تو فرمایا کہ انہیں اسلام کی

دعوت دینا۔ اگر وہ لوگ مسلمان ہو جائیں تو پہلے انہیں اطاعت کا سبق دے کر بتانا کہ ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ جب وہ اس بات کو قبول کر لیں اور عمل پیرا ہوں تو پھر انہیں بتانا کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہے جو امراء سے لے کر غرباء کو دی جاتی ہے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

(۳) انقلاب اور عظیم الشان تغیر پیدا کر دینے والا بہت ہی اہم ذریعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز سے لے کر تا دمِ آخر اختیار فرمایا وہ دعا ہے۔ آپؐ کی زندگی کے تمام انقلابات میں بنیادی حیثیت دعا ہی کی تھی۔ اسی ہتھیار نے میدانِ جنگ میں بھی کام دکھایا اور اس کے علاوہ دوسرے مواقع پر بھی۔ اسی ذریعہ سے ہی قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے پرخچے اُڑا دئے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک حوالہ پیش کرنا ہی کافی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پُشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللّٰھم صلّ وسلّم وبارك علیه وآله"

(برکات الدعا صفحہ ۱۰)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذریعہ اصلاح و تربیت یہ بھی اختیار فرمایا کہ اصل منبع اور جڑھ توحیدِ الٰہی ہے۔ انسانی پیدائش کا مقصد بھی یہی ہے چنانچہ خود آپؐ نے بھی ہر موقع پر سب سے پہلے توحید ہی کا وعظ فرمایا۔ قرآن و احادیث میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ۔ اور حدیثوں سے بھی صاف ظاہر ہے کہ اپنے لشکر کے سرداروں کو یہ حکم دیتے کہ دیکھو! تم انہیں اللہ کی طرف بُلانا۔ پھر اس کا سب سے عمدہ عملی اظہار آپؐ کی زندگی میں اُس وقت بھی ہوا جب قوم نے طرح طرح کے دنیوی جاہ و حشمت کے لالچ دینے کی کوششیں کیں تو آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں تب بھی میں توحید کے اعلان سے نہیں رکوں گا۔

"اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

سُبحان اللہ! کیسا پیارا اور زندگی بخش ماٹو ہے۔

(۵) سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرائع اصلاح و تربیت میں سے ایک پہلو یہ بھی رکھا کہ مختلف اوقات میں اور مختلف مواقع پر وعظ کیا کرتے تھے۔ کبھی یہ وعظ مردوں اور عورتوں کو اجتماعی ہوتا تھا اور کبھی الگ الگ دن مقرر کر کے۔ پس اس اُسوہ نے یہ بھی بتا دیا کہ تربیت کے لئے وعظ و نصیحت بھی ضروری ہے اور یہ بھی بتایا کہ کبھی کبھار ہو۔ وقفے کے ساتھ۔

(۶) اصلاحِ معاشرہ اور تربیتِ افراد کے سلسلہ

میں ایک نہایت ہی اہم ذریعہ جو ہمیں جناب سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی زندگی کے انتہائی خطرناک اور چونکا دینے والے خوفناک مقامات پر بھی بڑی ہی شان کے ساتھ چمکتا ہؤا نظر آتا ہے وہ ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ بن کر دوسروں کو سکھانا۔ مَیں اس کو ذرا تفصیلی لینا چاہتا ہوں کیونکہ یہ وہ ذریعہ ہے جو دوسرے تمام ذرائع سے زیادہ مؤثر اور مشکل ہؤا کرتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو ایسے پُرخطر مقامات میں دلیرانہ شان کے ساتھ داخل کرلے کہ جہاں زندگی کی کوئی بھی ضمانت نہیں ہؤا کرتی۔ ایسے موقعوں پر کامل اخلاق دکھانا اور صبرو استقامت کا پہاڑ بن جانا کوئی آسان کام نہیں۔ چنانچہ غزوۂ اُحد جو کہ سب سے بڑا اِمتحان اور کڑی آزمائش کا وقت تھا جب کہ بوجھ صحابہؓ کی طاقت سے بڑھ چکا تھا اس غزوہ کے دَوران بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مریدوں کی اصلاح و تربیت کا پہلو مدِنظر رکھا اور ایسا حسین اُسوہ قائم فرمایا جو ہمیشہ ہمیش کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے گا۔ اِس غزوہ کے بعض واقعات مَیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ ایسی مشکل کے وقت میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کس طرح اپنے آپ کو صحابہؓ کے سامنے پیش کیا اور کس طرح ان کی عظیم الشان تربیت فرمائی۔

جنگِ اُحد کے موقع پر حالت یہ تھی کہ مسلمان خواتین جو پانی پلانے گئی تھیں انہوں نے اپنے مشکیزے پھینک دیئے اور تلواریں اُٹھالیں۔ چنانچہ ایسی ہی ایک مسلمان عظیم خاتون حضرت اُمِ عمارہؓ کی روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب مَیں نے دیکھا کہ اُحد کے مقام پر بھگدڑ مچ گئی ہے اور حضورؐ کے پاس دس آدمی بھی باقی نہیں رہے تو مَیں اور میرا شوہر اور میرے دو بیٹے حضورؐ کے آگے کھڑے ہو کر آپؐ کے پاس سے دشمنوں کے غولوں کو ہٹانے لگے اور مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ آپؐ کے سامنے سے بھاگے جاتے تھے۔ اُسی اثناء میں حضورؐ کی نظر میرے اُوپر پڑ گئی تو آپؐ نے دیکھا کہ میرے پاس سپر نہیں ہے اِس لئے آپؐ نے ایک بھاگنے والے سے جس کے پاس سپر تھا فرمایا کہ اے ڈھال والے! ایک لڑنے والے کو ڈھال تو دیتا جا۔ چنانچہ ایک شخص دوڑا جارہا تھا اُس نے دوڑتے دوڑتے ڈھال پھینک دی۔ وہ کہتی ہیں کہ مَیں نے وہی ڈھال اُٹھائی اور حضورؐ کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ اچانک ایک حملہ آور آیا اگر وہ ڈھال نہ ہوتی تو میری جان جاتی۔

غور کیجئے اُس شدت کے وقت بھی کیسا اُسوہ قائم کیا اور کیسی عمدہ تربیت کا سبق سکھایا ہے عجیب وغریب کمال ہے کہ بھاگنے والے کو کوئی طعنہ نہیں دیا۔ اس کو یہ بھی نہ کہا کہ اے بھاگنے والے مرد! ایک پیچھے لڑنے والی عورت کے لئے اپنی ڈھال چھوڑتا جا! بلکہ صرف یہ فرمایا کہ اے ڈھال والے! ایک لڑنے والے کو ڈھال تو دیتا جا۔ صحابہؓ کے جذبات کا کتنا نازک خیال ہے۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں ؎

اِنِّیْ اَرٰی فِیْ وَجْھِكَ الْمُتَھَلِّلِ
شَاْنًا یَفُوْقُ شَمَائِلَ الْاِنْسَانِ

اے آقاؐ! ہم تو تیرے چہرے پر وہ حُسن اور نور دیکھتے ہیں جو انسانی اخلاق و شمائل سے بالاتر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عمروؓ بن جموح لنگڑے تھے۔ ان کی اپنے بچوں سے اِس بات پر تکرار ہوگئی۔ بچے کہتے تھے کہ ہم چار جوان بیٹے

ہیں ہم لڑیں گے جاکر۔تمہیں نہیں جانے دینا۔آپ گھر بیٹھے رہیں آپ پر تو جہاد فرض ہی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ تم جنّت میں چلے جاؤ اور مَیں یہاں بیٹھا رہوں۔چنانچہ صحابہؓ نے جب بیچ میں دخل دیا اور سمجھایا تو ان کی طبیعت میں مزاح بھی تھا انہوں نے آگے سے کہا کہ واہ! یہ بھی کوئی مشورہ ہے کہ میرے بیٹے تو جنّت میں چلے جائیں اور مَیں آپ جیسوں کے پاس بیٹھا رہوں یہ کہہ کر مقدمہ حضورؐ کی خدمت میں لے گئے۔حضورؐ کی خدمت میں انہوں نے بڑی حکمت سے یہ عرض کیا اور ایسی زبان استعمال کی کہ حضورؐ کا دل پسیج جائے۔انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! میرا تو دل یہ چاہ رہا ہے کہ مَیں جنّت میں اپنی لنگڑی ٹانگ کے ساتھ اُچھلتا کُودتا پھروں اور میرے بیٹے مجھے روک رہے ہیں۔حضورؐ نے فرمایا دیکھو! تم پر جہاد فرض نہیں لیکن جو تمہارا جذبہ ہے مَیں تمہیں روکتا بھی نہیں ـــ

پس دیکھیں اُس کڑے وقت میں کیسا عمدہ درس دیا کہ زبردستی نیکی سے روکا بھی نہیں جائے گا اور زبردستی نیکی پر مجبور بھی نہیں کیا جائے گا لیکن امورِ مہمہ میں ہمیشہ امام کی اجازت ضروری ہوا کرتی ہے۔

پس یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمدہ تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپؐ کے ماننے والے جاں نثار بن گئے۔ یک جہتی اور وحدت کی مثال قائم کر گئے۔یاد رکھیں کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں۔جس قوم کا کوئی رئیس نہیں وہ مر چکی اور جو قوم اپنے رئیس کے لئے مر نہیں سکتی وہ کبھی زندہ نہیں ہو سکتی۔زندہ وہی رہتے ہیں جو اپنی جانوں کا نذرانہ اپنے آقا کے قدموں میں پیش کر دیتے ہیں اور پھر اس کی کوئی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہند جو عمروؓ بن جموح کی بیوی تھیں وہ مدینہ کی طرف آ رہی تھیں۔مَیں نے اُن سے پوچھا کہ بتاؤ میدان کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا الحمد للہ سب خیریت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔پھر میری نظر اُونٹ پر پڑی تو مَیں نے دیکھا کہ اُس اُونٹ پر کچھ لدا ہوا ہے۔ مَیں نے پوچھا کہ بتا بی بی! یہ اُونٹ پہ کیا لدا ہوا ہے۔ اُنہوں نے کہا میرے خاوند کی لاش ہے،میرے بھائی کی لاش ہے اور میرے بیٹے کی لاش ہے اور مُنہ سے الحمد جاری ہے کہ الحمد للہ اللہ کا رسول خیریت سے ہے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ کہہ کر جب وہ مدینہ کی طرف چلنے لگیں تو اُونٹ نے چلنے سے انکار کر دیا وہ وہیں بیٹھ گیا۔پھر اُٹھایا پھر اُس نے چلنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ جب اُنہوں نے اُحد کی طرف مُنہ پھیرا تو اُونٹ خوشی خوشی چلنے لگا اور اُن تینوں کی لاشیں آخر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پہنچ گئیں۔جب وہاں جا کے ڈھیر کیا تو راوی بیان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کے پوچھا کہ اس کے دل میں شہادت سے پہلے کوئی آرزو تو نہیں تھی اِس قسم کی! تو انہوں نے عرض کیا ـــ ہاں یا رسول اللہ! اِسی قسم کی آرزو تھی۔تب خدا کے رسولؐ نے فرمایا:

بسا اوقات خاک آلودہ پراگندہ بالوں والا ایک انسان خدا کو اِتنا پیارا ہوتا ہے کہ جب وہ اُس کے نام کی قسم کھا کے کہتا ہے کہ ایسا ہوگا تو اللہ ضرور ویسا ہی کر دیتا ہے ـــ اللہ اور رسولؐ کی محبت میں ڈوبا ہوا یہ ایک عجیب خاندان تھا جس کا ہر فرد سراپا عشق تھا

بیٹے باپ سے بڑھ کر شہادت کی تمنا رکھنے والے اور باپ بیٹوں سے بڑھ کر شہادت کا فدائی۔ وہ لنگڑا تھا مگر نیکی کی دوڑ میں کروڑوں انسانوں پر سبقت لے گیا۔

بظاہر یہ واقعات صحابہؓ کی سیرت کی عکاسی کر رہے ہیں لیکن چشمِ بینا سے دیکھو کہ ان کے ہر قطرۂ خون میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شور رچ بڑی دلربائی کے ساتھ چمکتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ یہ سیرتِ محمدیؐ ہی کا تو جلوہ تھا جس نے عرب کی تاریک دُنیا کو بُقعۂ نور بنا ڈالا۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ روشنی کرنے کے لئے کچھ جلانا پڑتا ہے، روشن اور چمکدار مثالیں قائم کرنے کے لئے ڈائنامیٹ کی طرح خود کو ختم کرنا ہی پڑتا ہے تب نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ میرے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں نے جو روشنیاں جلائیں، وہ مستعار اور عارضی نہیں تھیں بلکہ ہمیشہ ہمیش باقی رہیں گی۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ آنحضورؐ کے پھوپھی زاد بھائی شہادت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں اب خدا اور رسولؐ سے میری ایک گذارش ہے۔ اللہ سے تو یہ ہے کہ اے اللہ! میں تیری ذاتِ پاک کی قسم دیتا ہوں کہ کل کو میری مزور دشمنوں سے اِس طرح مٹھ بھیڑ ہو جائے کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں اور میرے نقوش بگاڑ ڈالیں اور میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ پھر میں مقتول ہو کر یہ ساری سختیاں جھیل کر تیرے حضور اِس حال میں حاضر ہوں کہ تُو پوچھے کہ اے بندے! یہ تُو نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے، یہ کن زیوروں سے آراستہ ہو کر تُو میرے پاس آیا ہے۔ میں عرض کروں کہ آقا! تیری خاطر، صرف تیری خاطر میں نے ایسا کیا ہے۔ اور اے اللہ کے رسول! آپؐ سے بھی میری ایک عرض ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں شہید ہو جاؤں تو میرے سارے مال و دولت، میری ساری جائداد میں کو اپنے پاس رکھ لے مجھے اور کچھ نہیں چاہیئے۔

کیا تلوار اور ظلم اور جبر و تشدد کے ذریعہ مسلمان ہونے والے ایسے ہی باکمال ہوا کرتے ہیں۔ کیا ایسے ہی اعمال ان سے صادر ہوتے ہیں۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! یہ وہی کر سکتا ہے جس کی پرورش محمدی محبت کے جام پلا پلا کے کی گئی ہو۔ پس ؎

محمد ہی نام اور محمد ہی کام علیک الصلوٰۃ علیک السلام

جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کا ذکر میں نے کیا تھا۔ اس کو کوئی محض مبالغہ نہ سمجھے۔ ایک مثال میں آپ کے سامنے ایسی رکھنی چاہتا ہوں جس سے پتہ چلے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کس قدر صحابہؓ کے دلوں میں رچ بس گئی تھی اور پھر وہ کس عمدگی سے اپنی جانیں قربان کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

جنگِ اُحد کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعلان ایسا فرمایا جس سے صحابہؓ کی زندگی یوں لگتا تھا جیسے دوبارہ لوٹ آئی ہے۔ وہ کیا اعلان تھا! اعلان یہ تھا حضورؐ نے فرمایا۔ آج کون ہے جو مجھ پر اپنی جان نچھاور کر دے۔ اِس اعلان کے سُنتے ہی ہر دل میں یہ تمنا بھر آئی کہ یہ سعادت اسے نصیب ہو لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک پیارے حضرت زیادؓ بن صخر کو ایسی جزاء دینا چاہتے تھے جو اس سے پہلے کبھی کسی کو نہیں دی گئی۔ حضورؐ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا جاؤ اور زیادؓ کو تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔ باقی سب ساتھی شہید ہو چکے

تھے۔ ان میں ابھی جان باقی تھی کیونکہ خدا کی تقدیر نے یہ جان روکی ہوئی تھی۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ ایک عاشقِ رسولؐ کو وہ جزاء نہ مل جائے جو حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اُسے دینا چاہتے تھے۔ صحابہؓ نے جان کنی کی حالت میں، آخری دم تھا، ان کو حضورؐ کے قدموں میں لا کے ڈالا تو حضورؐ نے فرمایا اسے اَور قریب کرو۔ انہوں نے اَور قریب کیا۔ تو پھر حضورؐ نے فرمایا زیادؓ کو اَور قریب کرو۔ تو پھر اَور قریب کیا۔ حضورؐ نے اپنا پاؤں آگے بڑھایا اور زیادؓ سے کہا کہ اپنا سَر میرے پاؤں پہ رکھ دو۔ حضرت زیادؓ نے بمشکل تمام وہ سَر اُس پاؤں پہ رکھا اور وہیں جان دے دی۔

کسی عاشق اور معشوق کے درمیان ایسا رازِ و نیاز کا معاملہ پہلے کبھی آسمان نے نہ دیکھا تھا۔ خدا کی قسم! اور نہ آئندہ کبھی دیکھ سکے گا۔ پس مَیں تو یہ کہتا ہوں کہ ؎

محمدِ عربی بادشاہِ ہر دو سَرا
کرے ہے رُوحِ قدس جس کے دَر کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہُوں
کہ اُس کے مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

جنگِ خندق کے موقعہ پر ایک سخت چٹان آگئی۔ مختلف صحابہؓ نے کوششیں کیں لیکن پتھر نہ ٹوٹا آخر انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع دی۔ عجیب شاگرد ہیں کیسی عمدہ تربیت ہے۔ اتنی بڑی خندق میں اگر ایک چٹان نہ ٹوٹتی تو اس کو چھوڑ کر دائیں بائیں پہلو سے بھی گزر سکتے تھے لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے اور بغیر بتائے کوئی قدم اُٹھانا انکی سرشت کے خلاف تھا۔ پھر ان کے مربّی کا حال دیکھئے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع دی گئی تو آپؐ نے فرمایا چلو مَیں کوشش کرتا ہوں۔ حالانکہ حضورؐ بھی تو تھکے ہوئے تھے۔ سردی نے حضورؐ کو بھی نڈھال کر دیا تھا اور بعض صحابہؓ سے جسمانی لحاظ سے کمزور بھی تھے لیکن اِن سب باتوں کے باوجود فرمایا کہ ٹھہرو مَیں خود جاتا ہوں۔ انتظامی امور کے متعلق کیسا عظیم الشان نمونہ ہے۔ نظام کے سربراہ کا کام ہے کہ خود موقعہ پر پہنچے اور اپنی تکلیف کی کوئی پرواہ نہ کرے۔ یہ ہمارے لئے ایک عظیم الشان حقیقی پیغام ہے۔

معاشرتی بُرائیوں میں سے ایسی بُرائی کا ختم کرنا بہت مشکل ہُوا کرتا ہے جس پر سارا معاشرہ ہی عمل پیرا ہو لیکن صدقے جائیے اُس شاہِ دوعالَم پر کہ آپؐ کی تربیت کا انداز کیسا تھا کہ اس کو مانے بغیر چارہ نہیں۔ نوحہ کی رسم عرب میں بہت اہم خیال کی جاتی تھی اس کو آنحضورؐ نے کِس طرح ختم کیا اس کا اندازہ آپ کو اِس واقعہ سے ہو جائے گا۔

حضرتِ حمزہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیار تھا۔ میدانِ اُحد میں دیکھا پیٹ پھاڑا ہُوا ہے سینہ چیر کے کلیجہ چبایا ہُوا ہے۔ آپؐ نے چچا سے مخاطب ہو کر کہا اے چچا! جو دُکھ مجھے آج یہاں پہنچا ہے میرا خدا آئندہ کبھی ایسی تکلیف نہیں دکھائے گا۔ حضرت صفیہؓ کو، جو دیکھنے آ رہی تھیں بھائی کو، روک دیا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مَیں صبر کا وعدہ کرتی ہوں فرمایا آؤ اور دیکھ لو۔ آئیں تو دیکھا کہ لاش کا حلیہ بگڑا ہُوا ہے لیکن اس کے باوجود کوئی واویلا نہیں۔ سَر نہیں پیٹا۔ بال نہیں نوچے بلکہ اپنے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر اِس طرح عمل پیرا ہوئیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور دیر تک دعا کرتی رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس بیٹھ گئے

اور اِس حال میں غم میں شریک ہوئے کہ صحابہؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت صفیہؓ کے آنسو تیز ہوتے تھے تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بھی تیز ہو جاتے تھے اور جب وہ ذرا تھمتے تھے تو یہ آنسو بھی تھم جاتے تھے۔ اِس حال میں مدینہ کو لَوٹے کہ سارا مدینہ ماتم کدہ بنا ہوُا تھا۔ ہر گھر سے ماتم کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھئے کہ آپؐ نے داخل ہوتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو! سب کو رونے والے نوحہ کرنے والے ہیں مگر میرے چچا حمزہؓ کو رونے والا تو کوئی نہیں۔ کوئی اس کا نوحہ کرنے والا نہیں۔ وہ انصار جو ساتھ تھے ان کے دلوں کو تو دھڑکی لگ گئی۔ دوڑتے ہوئے اپنے گھروں کو گئے اور انہوں نے کہا کہ چھوڑ دو سب نوحے اور صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہؓ کا نوحہ کرو۔ چنانچہ سارے مدینہ سے حضرت حمزہؓ کے نوحے کی آوازیں بلند ہوگئیں اور عورتیں نوحہ کرتی ہوئیں آنحضورؐ کے گھر پر حاضر ہوگئیں۔ حضورؐ کی جب نظر پڑی تو فرمایا یہ کیا ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا حضورؐ! آپؐ کے چچا حمزہؓ کا نوحہ کرنے والی آئی ہیں۔ تب حضورؐ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا دیکھو نوحہ منع ہے اور آج کے دن کے بعد سے مَیں نوحے کی اِس رسم کو ختم کرتا ہوں۔ کتنے شان کا مربّی ہے ذرا غور کرکے تو دیکھئے۔ اُس وقت جبکہ لوگ اپنے رشتہ داروں کو رو رہے تھے اگر آنحضورؐ منع فرماتے تو ان کے دل کو صدمہ پہنچا۔ وہ کہتے کہ ہمارے قریبی مَرے ہیں ہمارا غم ہے ہم جانتے ہیں کہ دُکھ کیا ہوتا ہے۔ مگر ایسا نہیں کیا بڑے ہی کریمانہ اور حکیمانہ انداز سے توجّہ اپنے چچا حمزہؓ کی طرف پھیر دی اور ایسا عمدہ ذریعہ اصلاح و تربیت کا قائم فرمایا کہ جو ابد الآباد تک درخشندہ اور روشن و تاباں رہے گا اور دینِ حق کے افلاک پر ایک روشن ستارے کی طرح جگمگاتا رہے گا۔

پس آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذرائع اصلاح و تربیت ہی اختیار کرکے اِس دُنیا کی اصلاح ہو سکتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارا کردار قابلِ تقلید ہو۔ اگر ہم ان ذرائع کو ہی اختیار کریں گے تو کامیابیاں لازماً ہمارے قدم چُومیں گی اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس تعلیم کو پھیلا دیں اور زندہ کردیں نوعِ انسان کو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم کا درس مکمل کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ۔ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ۔
اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ۔

کیا مَیں نے خدائی تعلیم تم تک پہنچا دی؟ سب نے یک آواز ہو کر کہا نَعَمْ۔ ہاں!

پھر آپؐ نے خدا تعالیٰ سے مخاطب ہو کر عرض کیا:-

اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ
اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔

اے خدا تُو بھی گواہ رہنا۔

اور پھر تمام مجمع کو مخاطب کرکے حکم دیا:-

لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

جو آج یہاں موجود ہیں وہ اُن کو یہ تعلیم پہنچا دیں جو آج یہاں موجود نہیں ہیں۔

آج بھی کُرۂ ارض اس پیغام کے سُننے اور اس پر عمل کرنے کا شدید محتاج ہے ورنہ اس تاریک زمانہ کی تاریکی کے ٹلنے کا کوئی امکان بھی باقی نہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد وآل محمّد وبارك وسلم انّك حمیدٌ مجید۔

نصائح رفیقانہ

حضرت فضل عمر کا پُر معارف منظوم کلام

دوستو! ہرگز نہیں یہ ناچ اور گانے کے دن
مشرق و مغرب میں ہیں یہ دیں کے پھیلانے کے دن

اس چمن پر جبکہ تھا دورِ خزاں وہ دن گئے
اب تو ہیں اس باغ پر بارو بہار آنے کے دن

ظلمت و تاریکی و ضد و تعصب مٹ چکے
آگئے ہیں اب خدا کے چہرہ دکھلانے کے دن

جاہ و حشمت کا زمانہ آنے کو ہے عنقریب
رہ گئے تھوڑے سے ہیں اب گالیاں کھانے کے دن

ہے بہت افسوس اب بھی گر نہ ایماں لائیں لوگ
جبکہ ہر ملک و وطن پر ہیں عذاب آنے کے دن

پیشگوئی ہوگئی پوری مسیح وقت کی
"پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن"

ان دنوں کیا ایسی ہی بارش ہوا کرتی تھی یاں
سچ کہو کیا تھے یہ سردی سے ٹھٹھر جانے کے دن

دوستو! اب بھی کرو توبہ اگر کچھ عقل ہے
ورنہ خود سمجھائے گا وہ یار سمجھانے کے دن

درد و دُکھ سے آگئی تھی تنگ اے محمود قوم
اب مگر جاتے رہے ہیں رنج و غم کھانے کے دن

(کلامِ محمود)

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب۔ امریکہ

چوہدری شاہنواز صاحب کی یاد میں

دُعا کی درخواست کیساتھ

جمعہ (بتاریخ ۲۵ مارچ) کی نماز سے فارغ ہوکر جب ہم قدرے دیر سے گھر واپس آئے تو یہ غمناک خبر اچانک ملی کہ چوہدری صاحب کا لاہور میں انتقال ہوگیا۔ (ہم سب اللہ ہی کیلئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) بڑے دُکھ اور رنجیدہ کرنے والی خبر تھی جو ہر اس شخص کو جس کا چوہدری صاحب سے واسطہ رہا ہو غمزدہ، مضطرب اور بے چین چھوڑ گئی۔ اس معاملہ میں انسان بڑا بے بس ہے اور حیات و موت کا فلسفہ اور فیصلہ صرف اور صرف ذاتِ باری کے ہاتھ میں ہے۔ اس معاملہ میں (دینی) تعلیم کا نچوڑ (ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں) میں آجاتا ہے۔ ہم اللہ کے بندے ہیں اور اسی طرف رجوع کریں گے۔ حضرت اقدس نے یہی مضمون اپنے فرزند مبارک احمد کی وفات پر اپنے ایک شعر میں اس طرح بیان کیا ہے

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

اسی لئے ہر ایسی جُدائی باوجود اس کی ہزار تلخی اور کرب کے اس روشن تعلیم کے تحت انسان کے لئے قدرے تسکین اور صبر کا سبق لئے آتی ہے۔

میرا چوہدری صاحب سے دوستی کا آغاز ۱۹۵۰ء میں ہوُا اور اس چالیس سال کے طویل عرصہ میں ان کی طرف سے ہمیشہ محبت اور خلوص کا سلوک رہا۔ بڑی محبت اور پیار والی طبیعت تھی اور دوستی بڑے اخلاص سے نبھاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۵۷ء میں ایک ورلڈ بینک کورس کیلئے ہم واشنگٹن آئے چوہدری صاحب اپنے کسی کام سے ان دنوں واشنگٹن آئے اور اسی ہوٹل میں قیام کیا جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہم نے کہا کھانا ہمارے ساتھ کھایا کریں۔ کھانے کے بعد فرمانے لگے میں یہ کس طرح برداشت کر سکتا ہوں کہ حضرت فضل عمر کی بیٹی برتن دھوئے۔ میں خود صاف کردوں گا۔ اصرار تھا دھو دھلا کر فارغ ہوکر اپنے کمرہ میں چلے گئے۔ ظاہر ہے کہ خود تو یہ کام گھر میں کرتے نہ تھے۔ برتن تو دھو دیئے لیکن اس کوشش کے آثار سارے باورچی خانہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ میری بیوی کو اس کی صفائی پر زیادہ وقت خرچ ہوُا۔ بہر حال ان کی طرف سے اپنے اخلاص اور محبت کا اظہار بجا اور قابلِ قدر تھا اور ان کی طبیعت کی نیکی کی غمازی کرتا ہے۔

چوہدری صاحب نے تعلیم سے فارغ ہوکر کچھ تھوڑے سال سیالکوٹ میں وکالت کی۔ اس کے بعد جنگ عظیم میں بزنس کی طرف آئے اور اپنی خداداد قابلیت اور محنت سے پاکستان کے چوٹی کے صنعتکار اور تاجر بنے۔ اس کام میں ان کے جوہر بڑے نمایاں ہوکر اُبھرے۔ نئے کام میں بڑی دلیری سے ہاتھ ڈالتے تھے اور بڑی جلدی فیصلہ کرتے تھے۔ معاملے کو لٹکاتے بالکل نہ تھے۔ اس سلسلہ میں مجھے ان کے اور میرے ایک دوست چوہدری نبی احمد صاحب نے لطیفہ سنایا کہ ایک دفعہ چوہدری صاحب کراچی میں پھل خریدنے گئے۔ کچھ بے موسم کا پھل بھی تھا۔ پوچھا کہ یہ کیسے آیا۔ دکاندار نے کہا چوہدری صاحب یہ COLD STORAGE سے مل جاتا ہے۔ آپ نے پوچھا تو کیا اس کام میں کافی منافع ہے۔ دکاندار نے کہا چوہدری صاحب منافع؟ "پیسے سانبھے نہیں جاندے" چوہدری صاحب نے اسی وقت پھل ول چھوڑ دکان سے سیدھے گھر آئے اور COLD STORAGE بنا کھڑا کیا اور چالو کردیا۔ پھل چھوڑ کر چلے جانے کا حصہ تو شاید زیبِ داستاں کے لئے ہوگا لیکن یوں یہ حکایت ان کے فوری فیصلہ اور دلیرانہ قدم کی غمازی ضرور کرتی ہے۔

بڑی وجیہہ، خوش شکل اور بارعب شخصیت تھی۔ انتظامی قابلیت بھی خدا نے بہت عطا کی تھی اور ان کی کامیابی میں اس وصف کا بھی بڑا حصہ تھا۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ہم نے ۱۹۶۰ء میں یورپ کا اکٹھا سفر کیا۔ چوہدری صاحب کی بیگم صاحبہ آپا مجیدہ بیٹا منیر شاہنواز اور دونوں بیٹیاں امۃ الحی اور امۃ الباری ساتھ تھیں۔ دو کاریں تھیں، ہر چیز بڑے اہتمام، نظم اور تفصیل کے ساتھ پہلے سے PLAN کی ہوئی تھی اور سفر میں گھر جیسا آرام اور لطف رہا۔

بزنس حلقوں میں بہت اچھی شہرت رکھتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ لندن میں COMMONWEALTH PRIME MINISTER CONFERENCE میں فیلڈ مارشل

ایوب خان صدر پاکستان کے ہمراہ تھا۔ کار میں جا رہے تھے۔ مجھے کہنے لگے کہ ہمیں اچھے صنعتی پروگرام میں کچھ PROGRESSIVE لوگ آگے لانے چاہئیں جو ملک کی ترقی اور اعلیٰ معیار لانے میں ممد ہوں۔ میں نے چوہدری شاہنواز کا نام لیا کہ وہ اس تعریف پر پورے اترتے ہیں۔ فوری فرمانے لگے یہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہم جب واپس پاکستان پہنچیں تو مجھے یاد کروانا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خود صدر پاکستان کی نظر میں ان کے اعلیٰ معیار کے تصور میں چوہدری صاحب پورے اترتے تھے۔

اپنے کام میں مصروف رہتے تھے۔ خوشامد سے بیزار فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے کام کے لئے کبھی کسی افسر کے گھر نہیں گیا۔

ایک اور نمایاں وصف ان کا دین اور سلسلہ کیلئے بڑی غیرت تھی۔ جب کسی دشمنِ سلسلہ کی طرف سے کوئی لچر یا ناانصافی کی بات سنتے تو بہت جوش میں آجاتے تھے۔ اختلافات کا ہر کسی کو حق ہے لیکن اختلافات کی بنا پر جھوٹے الزام یا ظلم کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا۔ ایسے موقعہ پر نتیجہ سے لاپرواہ ہو کر کہنے والے کو چاہے وہ کیسا بارسوخ ہو سچی بات کہنے سے بالکل نہیں جھجکتے تھے۔ ایسے موقعہ پر آواز بلند ہو جاتی تھی اور چہرہ سرخ اور بڑے جوش سے اپنی غیرت کا اظہار فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ میرا ایک اقدام چوہدری صاحب کو پسند نہ آیا اور ان کی طبیعت پر اس کا بوجھ تھا۔ اس بارے میں انہوں نے مجھے خط لکھا۔ ان کے دل اور زبان میں کوئی دُوری نہ تھی چنانچہ اس خط میں لکھا "میرے دل میں بات تھی لکھ دی"! کیونکہ خط کا یہ حصہ تنقیدی نوعیت کا تھا اس لئے اس تنقید کے ساتھ اپنے لگاؤ اور پیار کا اظہار غیر معمولی الفاظ میں کیا اور خط کے آخر میں لکھا "میرا دل اور جسم کا ایک ایک رُواں آپ کی محبت اور شفقت اور عنایات سے تر بتر ہے"۔ اس فقرہ کا میں اپنے آپ کو اہل نہیں پاتا لیکن یہ الفاظ ان کے گہرے لگاؤ کی غمازی کرتے ہیں اور اپنی تنقید کے ساتھ اس کا زوردار اعادہ یقیناً میرے جذبات کو ٹھیس سے محفوظ رکھنے کے لئے تھا۔ میں نے فوراً جواباً اپنے اقدام کا پس منظر اور نوعیت کی وضاحت کی تو ان کا دوسرا خط اطمینان کے اظہار کے ساتھ دعاؤں سے معمور تھا۔ میں ان کے پیار کے الفاظ کو دہرانے میں حجاب محسوس کرتا تھا۔ لیکن یہ ان کی محبت، خلوص اور یک رنگی کا صحیح آئینہ ہے۔ اور ان کے اعلیٰ اقدار اور اخلاق پر گہری روشنی ڈالتا ہے۔

سلسلہ سے اخلاص رکھتے اور (امامت) سے وابستگی جو عمر کے ساتھ بڑھتی چلی گئی۔ جب قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر مسندِ امامت پر آئے تو مجھے کہنے لگے کہ حقیقت یہی ہے کہ امام خدا بناتا ہے۔ دیکھو ان کی تقریر کا رنگ ہی بدل گیا ہے۔ اور نئے نئے معارف سے پُر ہوتی ہے۔ قدرتِ ثانیہ کے چوتھے مظہر سے بھی بڑی گہری محبت اور اخلاص رکھتے تھے اور ہر اپیل پر فراخدلی سے لبیک کہتے آگے آتے تھے۔ جب قرآن کریم کے تراجم کے اخراجات کی اپیل آئی تو روسی ترجمہ کا پورا خرچ اٹھانے کی چوہدری صاحب نے ذمہ داری لی۔ حضرت اقدس کے ایک رؤیا کے مطابق روس میں جماعت ریت کے ذروں کی طرح ابھرے گی۔ قرآن کریم کا روسی زبان میں ترجمہ اس سلسلہ میں اہم کردار ادا کرے گا اور چوہدری صاحب کی قربانی اور نیکی کا پھل کروڑوں انسانوں کی ہدایت کا موجب بنے گا۔

میں نے جیسا کہ لکھا ہے اپنے دوستوں سے بڑی محبت اور مروّت سے پیش آتے تھے۔ اپنے خطوں میں الوداعی فقرے یہی لکھتے تھے "بہت بہت دعاؤں اور پیار کے ساتھ"۔ نہ معلوم کس خلوص سے بھرے ہوئے پیار کے جذبات سے یہ فقرہ لکھتے تھے کہ پڑھ کر دل سے ان کے لئے دعا نکلتی تھی اور میرے دل پر ہمیشہ وہ ایک مستقل نقش چھوڑ جاتے تھے۔

طبیعت میں ممنونیت اور شکر گزاری بھی بہت تھی۔ جب اپریل ۱۹۸۴ء میں زیورک میں ان پر دل کا حملہ ہوا تو جب مجھے پتہ چلا تو میں ٹیلیفون پر خیریت دریافت کرتا رہا اور اس دوران ان کی صحت کی دعا کے ساتھ کچھ پھول تحفۃً بھجوائے۔ بیماری کی حالت میں خود ان کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا بڑے پیار کا خط آیا اور اپنی خوشی اور ممنونیت کا اظہار ان پیارے الفاظ میں کیا "آپ کی طرف سے نہایت خوبصورت خوشنما خوش رنگ پھولوں کا تحفہ ملا کمال خوشی ہوئی (اللہ تعالیٰ آپ کو احسن جزاء عطا کرے)"۔ خط کو اپنے مخصوص انداز میں دعاؤں کے ساتھ یوں ختم کیا۔۔۔ "بہت بہت پیار اور دعائیں آپ کے لئے"۔

پاکستان سے آتے جاتے ہم ہمیشہ چوہدری صاحب کے ہاں ٹھہرتے تھے ہمارے آنے پر بڑی محبت اور خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ اور بہت خیال رکھتے تھے۔ اگر کبھی خود نہ بھی ہوں تو اصرار یہی رہتا تھا کہ ان کی قیام گاہ پر ٹھہریں اور ایسی صورت میں بھی ہمارے آرام کا پورا اہتمام فرماتے تھے۔

باقی ص ۶ پر

بیالیسواں جلسہ سالانہ

- حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا روح پرور پیغام۔
- چار افراد کا قبول احمدیت۔

جماعتہائے احمدیہ امریکہ کا بیالیسواں جلسہ سالانہ ۲۹ جون بروز جمعہ EASTERN MICHIGAN UNIVERSITY, YPSILANTI, MICHIGAN میں بعد نماز جمعہ شروع ہو کر یکم جولائی بروز اتوار بفضل خدا بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا۔ الحمد للہ۔

خاص اس موقعہ کیلئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے اردو میں روح پرور پیغام موصول ہوا تھا جسے محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ امریکہ نے اپنی افتتاحی تقریر سے قبل احباب جماعت کے سامنے پڑھ کر سنایا۔ اس کا انگریزی ترجمہ مکرم منور سعید صاحب چیئرمین ترجمہ کمیٹی نے کیا تھا اور جسے مکرم الحاج ڈاکٹر منظور احمد ظفر نے اردو میں پڑھے جانے کے بعد انگریزی میں پڑھ کر سنایا۔ حضور انور کے اس پیغام کا اردو اور انگریزی ترجمہ کا مکمل متن گذشتہ شمارے (جون تا جولائی) میں شائع کیا جا چکا ہے۔

حاضری خدا تعالیٰ کے فضل سے اٹھارہ سو کے قریب تھی۔ ہمسایہ ملک کینیڈا سے بھی کافی تعداد میں لوگوں نے شامل ہو کر جلسہ کی رونق میں اضافہ کیا۔ کینیڈا جماعت کے امیر و مشنری انچارج محترم مولانا نسیم مہدی صاحب نے بھی شمولیت کی اور تقریر بھی فرمائی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

مڈویسٹ ریجن کے چار افراد نے بفضل خدا احمدیت کو قبول کیا الحمد للہ۔

محترم امیر صاحب کی افتتاحی اور اختتامی تقریر کے علاوہ دوسرے احباب نے بھی علمی تقاریر فرمائیں جنہیں سامعین نے بہت پسند کیا۔ اس لحاظ سے بھی خدا کے فضل سے پروگرام خوب کامیاب رہا۔

ڈیٹرائٹ جماعت نے جو ایک چھوٹی سی جماعت ہے جلسے کے مہمانوں کی رہائش اور کھانے پینے کا خوب خیال رکھا ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی۔ واقعی حق ادا کر دیا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

محترم امیر صاحب نے حضور انور کی خدمت میں جلسہ پر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور اس کے جواب میں اس جلسہ کی مختصر رپورٹ بھجوائی تھی۔ حضور نے کامیاب جو خط حضور انور کی طرف سے موصول ہوا ہے وہ احباب کے استفادہ کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم امیر صاحب۔ امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

RECEIVED JUL 2 8 1990

آپ کا خط مرسلہ ۵ جولائی بذریعہ فیکس ملا جس میں جلسہ سالانہ امریکہ کے بارہ میں رپورٹ ملی۔ ماشاء اللہ بہت کامیاب جلسہ رہا۔ آپ سب کی طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

اس مبارک موقعہ پر چار بیعتوں سے بہت خوشی ہوئی۔ الحمدللہ۔ اللھم زد وبارک وثبت اقدامھم۔ اللہ تعالیٰ انہیں جماعت کے رنگ میں رنگین ہونے کی توفیق دے اور مسیح پاکؑ کی تعلیم پر کاربند ہونے کی توفیق بخشے۔

اپنے تمام رفقائے کار کو میرا محبت بھرا سلام کہیں۔

والسلام
خاکسار
[دستخط]

ایران میں ہلاکت خیز زلزلہ

ایران میں شدید ترین زلزلہ سے تباہی پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کو ہدایت کی گئی ہے اور توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ زلزلہ سے جو ہلاکت ہوئی ہے اس میں اپنی گہری ہمدردی کا اظہار کریں اور اپنی توفیق کے مطابق امداد بھی پیش کریں ۔

حضور انور کے اس ارشاد کے پیش نظر واشنگٹن میں محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ امریکہ ۲۰ جولائی کو بعد نماز جمعہ دوسرے دو افراد ظفر احمد سرور اور مکرم بشارت جمیل صاحب کے ہمراہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر کو جا کر ملے ۔ آج کل امریکہ اور ایران کے درمیان سفارتی تعلقات نہیں اس لئے ایران کی طرف سے ڈائریکٹر الجزائر کی ایمبیسی کے توسط سے کام کر رہا ہے ۔ ڈائریکٹر ایک ماہ کی رخصت پر ایران گیا ہوا تھا اس لئے اس کے اسسٹنٹ سے ملاقات ہوئی ۔

محترم امیر صاحب نے پانچ ہزار ڈالر کا چیک اور ہمدردی کا خط دینے سے قبل جماعت کا تعارف کروایا کہ کب قائم ہوئی ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا دعویٰ تھا اور اب جماعت 120 ممالک میں قائم ہے ۔ تعلق باللہ اور انسانی ہمدردی ہمارے ایمان کا جزو ہے ۔ افریقی ممالک میں جماعت کی خدمات ۔ وہ کہنے لگے قرآن کریم کے تراجم سے بھی روشناس کروایا ۔ جس پر انہوں نے کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں نے اپنا Home Work نہیں کیا اور جماعت احمدیہ سے بے خبر ہوں لیکن آپ کے جذبات اور اعانت کے ہم ممنون ہیں ہم سب مسلمان ہیں ، ایک خدا ، ایک رسول ایک قرآن پر سب ایک ہیں چاہے کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اور ایسے مواقع پر سب مسلمان اکٹھے ہو جاتے ہیں کہنے لگے کہ ایک منٹ کے زلزلہ میں اس سے بہت بڑھ کر نقصان ہوا جتنا کہ آٹھ سال کی لڑائی میں ایران کو ہوا تھا ۔ مرنے والوں کی تعداد ۵۰ ہزار بتلاتے تھے ۔ یتیم بچوں کی تعداد ۲۰ ہزار اور بے شمار لوگ بے گھر ہو گئے ہیں اور ان علاقوں میں سردی جلد آتی ہے ۔

اس پانچ ہزار کے چیک کے علاوہ ایک علیحدہ چیک -/1728 ڈالر کا نیویارک جماعت نے N.U میں جو ایرانی مشن ہے اسے پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس زلزلہ سے متاثر ہونے والے افراد پر اپنا خاص فضل اور رحم فرمائے۔ آمین۔

حسرت اُن غنچوں پہ جو بن کھلے مرجھا گئے

محترم صاحبزادہ طاہر لطیف صاحب کی بیٹی عزیزہ فریدہ جنکی عمر ۱۷ سال تھی گرمی کی رخصتیں گذارنے اپنی چھوٹی بہن کے ہمراہ ST. JOSEPH, MICHIGAN اپنے خالو محترم ڈاکٹر انوار احمد صاحب کے پاس گئی ہوئی تھیں کھیلتے ہوئے گر گئیں۔ ہسپتال لے جایا گیا۔ سر پر اندرونی طور پر شدید چوٹ آئی۔ دو دن ڈاکٹروں کی انتہائی کوشش کے باوجود بالآخر سر کی چوٹ جان لیوا ثابت ہوئی اور عزیزہ فریدہ اپنی معصومیت کی عمر میں ہی خدا کے حضور حاضر ہوگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۶ جولائی کو انکی وفات ہوئی دوسرے دن کے احمدیہ قبرستان میں انکی تدفین عمل میں آئی۔ عزیزہ فریدہ جنازہ واشنگٹن لایا گیا۔ اسی شام واشنگٹن جماعت حضرت سید صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کی پڑپوتی تھیں کی ایک کثیر تعداد نے محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کی اقتداء اللہ تعالیٰ عزیزہ کو اپنے پیار کی جنت میں داخل فرمائے اور میں نماز جنازہ ادا کی۔ اس سے اگلے دن بالٹی مور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

تحریکِ وقفِ نو

(۱) تحریکِ وقفِ نو کا آغاز ۳ اپریل ۱۹۸۷ء کو ہوا تھا، اور اس کا اعلان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا تھا کہ اس تحریک کے ماتحت آئندہ دو سال میں پیدا ہونے والے بچوں کو وقف کیلئے پیش کیا جائے۔ اب حضور اقدس نے ازراہ شفقت اس میعاد کو دو سال سے بڑھا کر چار سال کر دیا ہے یعنی ۳ اپریل ۱۹۹۱ء تک پیدا ہونے والے بچے اس تحریک وقفِ نو میں شامل ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں حضور اقدس کی ہدایات کے مطابق اس میں وہی بچے شامل ہو سکتے ہیں جو

(i) ۳ اپریل ۱۹۸۷ء کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔

(ii) یا اس تاریخ کے بعد ان کی پیدائش متوقع ہے۔

(iii) یا والدین وعدہ کرتے ہوں کہ آئندہ دو سال میں جو اولاد پیدا ہوئی اسے وہ وقف کیلئے پیش کریں گے۔

(۲) اس تاریخ سے پہلے کے پیدا شدہ بچوں کو تحریکِ وقفِ نو کے تحت وقف کرنے کی درخواستیں نہ بھجوائی جائیں بلکہ تحریک جدید سے رابطہ قائم کرکے وقف اولاد کے تابع کروائی جائے۔

(۳) اجتماعی طور پر مشن میں ایک فہرست بھجوانے کے علاوہ احباب انفرادی طور پر اپنا خط اور درخواست حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمتِ اقدس میں بھجوائیں۔

(۴) درخواست بھجواتے وقت مندرجہ ذیل کوائف کا خیال رکھیں اور ان کو خط میں درج کریں۔

(i) اپنا نام (ii) بچے کی والدہ کا نام

(iii) بچہ/بچی کا نام (iv) بچے کی تاریخ پیدائش

(v) اپنا مکمل موجودہ پتہ (vi) مستقل پتہ (اگر مختلف ہو)

بجز خدا کے کوئی بھی وفا شعار نہیں

تڑپ تڑپ کے گزرتے ہیں روز و شب میرے
کہا یہ کس نے مجھے تیرا انتظار نہیں

مرے حبیب! تجھے کس طرح بتاؤں مَیں
کسی بھی لمحہ بھلایا تمہارا پیار نہیں

ہر ایک دل ہے پریشاں تری جدائی میں
وہ کونسی ہے نگاہ جو کہ اشکبار نہیں

خدا گواہ ہے یہاں زندگی اجیرن ہے
جہاں میں کوئی بھی اپنا تو غمگسار نہیں

ہر آنکھ رہتی ہے ہر آن منتظر تیری
نہیں ہے کوئی بھی دِل جس میں تیرا پیار نہیں

چلے بھی آؤ مری جانِ جاں چلے آؤ
ترے بغیر گلوں پہ بھی تو نکھار نہیں

تری جدائی کا غم اور سہہ نہیں سکتے
مگر خدا کی مشیّت سے بھی فرار نہیں

ہمیں خدائے توانا سے ساری اُمیدیں
ہمارا غیر کے در پر تو انحصار نہیں

اُسی کے در پہ جھکاتے ہیں سر صغیر و کبیر
بجز خدا کے کوئی بھی وفا شعار نہیں

خلیقؔ کچھ تو سنبھالو دِلِ حزیں بے شک
صنم سے دور کسی کو بھی تو قرار نہیں

★ —— خلیق بن فائق گورداسپوری ۲۶/۱۰/۸۹